مِلے جو تُم

سُندس جبین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

سندس جبیں

ہر شخص محبت ہے، ہر ایک کے ارماں ہوتے ہیں
اس ذوقِ طلب کو کیا کہیے سب چاک گریباں ہوتے ہیں
غیروں سے نہیں ہم کو شکوہ اپنوں سے شکایت ہم کو نہیں
وہ دوست جو مخلص ہوتے ہیں، وہ درد کا درماں ہوتے ہیں

رات گہری ہوتی جارہی تھی۔ وہ سونے کی کوشش میں کروٹیں بدل بدل کر نڈھال ہوچکی تھی، مگر نیند ہنوز آنکھوں سے دور تھی۔ بھاری پردوں سے چھن کر آتی سفیدی اس کی راہ میں مزاحم تھی۔ رات کے ساتھ تاریکی کا تصور بہت مضبوط اور حقیقی ہے، مگر چونکہ یہ ماسکو کی رات تھی اس لیے سفید تھی۔ آج پانچ مئی تھی اور ماسکو میں آج کل سفید راتیں تھیں۔ یہی سفید راتیں تو اسے ماسکو کھینچ لائی تھیں مگر نہیں، صرف راتیں ہی ماسکو آنے کا سبب نہیں تھیں، ماسکو میں اور بھی بہت کچھ تھا، جیسے نو مئی کو وکٹری ڈے پر کی جانے والی آتش بازی، پوشکن میوزیم اور سب سے بڑھ کر یاسنایا پولیانا میں لیوٹالسٹائی۔

باوجود اس کے کہ وہ مسلسل دو دن کے سفر کے بعد ماسکو پہنچی تھی اور شدید تھکی ہوئی تھی مگر یہ سفیدی اس کی نیند میں سب سے بڑی رکاوٹ بن گئی تھی۔ آخر کار رات کے آخری پہر اسے نیند آگئی۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو گھڑی دس بجا رہی تھی۔ ایک زبردست شاور نیم گرم پانی سے لے کر اس نے اپنے آپ کو دن بھر کے لیے تیار کیا اور ہوٹل میں موجود ڈائننگ ہال میں آگئی۔

ناشتے کا انتظار کرتے ہوئے اس نے اردگرد نظر دوڑائی اور کچھ دور ٹیبل پر جا کر اس کی نظر ٹھہر گئی۔ نظر ٹھہرنے کا سبب ٹیبل پر موجود شخص کے ایشیائی نقوش تھے۔ یہ صرف چند لمحوں کی بات تھی۔ جلد ہی وہ دوبارہ اپنی ٹیبل کی طرف متوجہ ہوگئی جہاں سرد تاثرات لیے ہوئے روسی ویٹر ناشتا سرو کرکے جاچکا تھا۔ ناشتے کے بعد اس نے کاؤنٹر پر رابطہ کیا۔

”یاسنایا پولیانا! جانے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟“ اس نے پوچھا۔

”میم! اس کے لیے آپ کو کار ہائر کرنی پڑے گی؟“ استقبالیہ پر موجود لڑکی نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں جواب دیا۔

”میں بھی وہاں جارہا ہوں۔ آپ مجھے جوائن کرسکتی ہیں۔“ وہی ایشیائی نقوش والا شخص بولا۔ نہ جانے کب وہ وہاں آیا تھا۔ شستہ انگریزی میں بات کرتے ہوئے اس کا لہجہ مہذبانہ تھا۔

وہ ایک لمحے کو سوچ میں پڑگئی۔

”ٹھیک ہے۔ میں ہاف پے کردوں گی۔“ اس

نے کہا۔

”اس کی ضرورت نہیں۔“

”پھر میں نہیں جاؤں گی۔“ اس نے شانے جھٹکے۔

”ٹھیک ہے..... آپ پے کر دیجیے گا۔“ وہ ایک لمحے کو بوکھلایا پھر خود پر قابو پا کر بولا۔

”کب جانا ہے؟“

”آدھے گھنٹے تک۔“ وہ بولا۔

”او کے۔ تب میں آپ کو یہیں ملوں گی۔“ اس نے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گئی۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد وہ اس کے ساتھ کار کی سمت بڑھ رہی تھی۔

”آپ کا نام جان سکتا ہوں؟“ وہ چلتے چلتے پوچھ رہا تھا۔

”ضرور..... ایمن..... ایمن طارق۔“

”مجھے فیضان الٰہی کہتے ہیں۔“ وہ بولا۔

ایمن نے بے توجہی سے سر ہلایا اور کار میں بیگ رکھنے لگی۔

ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر وہ اپنا بیگ رکھ کر پیچھے آ کر بیٹھ گیا۔ وہ حیران تو ہوئی مگر ظاہر نہ کیا۔ لاتعلقی سے بیگ سے ”وار اینڈ پیس“ نکال کر پڑھنے لگی۔

”بہت بری بات ہے۔“ فیضان نے کہا۔

”کیا.....؟“ وہ چونکی۔

”کہاں سے آئی ہیں آپ؟“ وہ اس کا سوال نظر انداز کر گیا۔

”نیویارک سے.....“

”جبھی..... یہ امریکی ہوتے ہی بے حس اور بد اخلاق ہیں۔ ورنہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کے پاس جیتا جاگتا انسان موجود ہو اور آپ اسے نظر انداز کر کے کتاب میں منہمک ہوں۔“ وہ صاف گوئی سے بولا۔

ایمن نے ایک لمحے کو سوچا پھر کتاب بند کر کے بیگ میں ڈال دی۔

”میں اتنی بھی بد اخلاق نہیں ہوں۔ کہاں سے آئے ہیں آپ؟“ وہ سنجیدگی سے بولی۔

”نیویارک..... مین ہیٹن اپ ٹاؤن سے۔“ وہ ہلکے سے مسکرایا۔

”سچ میں؟“ ایمن نے حیرانی سے پوچھا۔

”بالکل..... نیویارک سے سنگاپور اور وہاں سے پاکستان اور پاکستان سے تاشقند اور تاشقند سے لے کر روس آنے تک میں مسلسل آپ کا ہم سفر رہا ہوں۔ آپ ہی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہیں۔“

”اوہ..... میں واقعی لاعلم ہوں۔“

”جانتا ہوں..... یہ بتایئے ماسکو آنے کی وجہ کیا ہے؟“

”وجہ.....؟ آپ کیوں آئے ہیں؟“ اس نے الٹا سوال داغا۔

”سفید راتیں کھینچ لائی ہیں یہاں۔“ وہ بولا۔

”بس ایک وجہ۔“ ایمن نے پوچھا۔

”نہیں..... کراسنایا پلوشت (سرخ چوک) پر وکٹری ڈے کو ہونے والی آتش بازی بھی دیکھنی تھی۔“

”دو وجوہ۔“ ایمن نے دو انگلیاں کھڑی کیں۔

”نہیں..... لیو ٹالسٹائی سے بھی ملنا تھا۔“ اب کی بار وہ ہنسا۔

”بس.....؟“ وہ بھی مسکرائی اسے اب اس گفتگو میں لطف آ رہا تھا۔

”ہاں.....“

”اور آپ کے آنے کی وجوہ کیا ہیں؟“ فیضان

نے پوچھا۔

”بالکل یہی وجوہ ہیں میرے آنے کی اور میں آپ کو بتاؤں فیضان! کسی کے بھی ماسکو آنے کی وجوہ یہی ہو سکتی ہیں۔“ اس نے کہا۔

فیضان نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔ اسے اپنا نام کبھی اتنا پیارا نہیں لگا تھا جتنا اس وقت لگا۔

”کیا کرتی ہیں آپ؟“ اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

”پاپا کے ساتھ ان کے آفس میں ہوتی ہوں۔“

”میں ایک بینک میں کام کرتا ہوں۔ آپ کو ڈر نہیں لگتا ایمن؟“ وہ اچانک بولا۔

”کس بات سے؟“ وہ حیرانی سے بولی۔

”یوں اکیلے سفر کرتے ہوئے۔“

”نہیں..... میں نے ڈرنا چھوڑ دیا ہے۔“ اس کا لہجہ بہت عجیب تھا۔ اسے خود پر حیرت ہو رہی تھی وہ کیوں اس کی ہر بات کا جواب دے رہی تھی۔

وہ حیران ہوا مگر بڑی مہارت سے اپنے تاثرات چھپا گیا۔

”اچھی بات ہے یہاں سے جانے کے بعد کیا کریں گی؟“

”شادی۔“ وہ سنجیدگی سے بولی۔

”اوہ.....“ وہ دھیما پڑ گیا۔ ”آپ انگیجڈ ہیں؟“

”نہیں۔“ وہ بدستور بیرونی نظاروں میں گم تھی۔

”تو پھر کہیں کمٹ منٹ ہے؟“ وہ بے چینی سے بولا۔

”نہیں.....“

”تو پھر شادی کیسے ہو گی؟“ وہ حیران ہوا۔

”ماسکو آنے سے پہلے پاپا نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ یہاں سے واپسی پر مجھے شادی کرنا ہو گی۔ تو..... ہو سکتا ہے ان کی نظر میں کوئی ہو۔“ ایمن نے بے پروائی سے شانے اچکائے۔

”آپ کب سے نیویارک میں ہیں؟“

”میں بائی برتھ نیویارکر ہوں۔“ وہ بدستور اپنے شغل میں مگن تھی۔

”تو ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ جس سے کبھی آپ ملیں نہیں، دیکھا نہیں، اس سے شادی..... کر لیں گی؟“ وہ حیرت سے آنکھیں پھیلائے پوچھ رہا تھا۔

”بعض دفعہ ایک چھوٹی سی بات، ایک چھوٹا سا واقعہ ہماری سوچ کا رُخ بدل دیتا ہے فیضان! اگر چند سال پہلے پاپا مجھ سے ایسا کہتے تو شاید میرا ردِعمل بھی ایسا ہی ہوتا۔“ وہ نارمل سے انداز میں بولی۔

”کیا عمر ہے آپ کی؟“ فیضان نے نیا سوال داغا۔

”چھبیس سال۔“

”کیا.....؟“ وہ چیخ پڑا۔

ایمن نے ناپسندیدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”میرا مطلب ہے کہ تم بہت کم عمر لگتی ہو..... بہرحال میں تم سے کافی بڑا ہوں۔“ فیضان نے دلچسپی سے کامنی سی ایمن کو دیکھا، زور ”تم“ پر تھا۔

”اچھا.....“ وہ ہنسی۔ ”مثلاً کتنے بڑے۔“

”میں چونتیس سال کا ہوں۔“ اس نے گویا انکشاف کیا۔

”ہوں۔ تب تو آپ واقعی بڑے ہیں۔“ اس نے سر ہلایا۔

”چند سال پہلے ایسا کیا ہوا تھا ایمن؟“ وہ اپنا سوال نہیں بھولا تھا۔

وہ خاموشی سے باہر دیکھتی رہی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا وہ فیضان پر اعتبار کر لے۔

فیضان اس کے جواب کا انتظار کرتا رہا۔
"جواب دینا نہیں چاہ رہی یا دل نہیں چاہ رہا؟" کچھ دیر بعد وہ بولا تھا۔

"وہ اسی طرح بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ پھر فیصلہ ہوگیا۔ وہ دھیرے دھیرے بولنے لگی۔

"وہ بہت اچھا تھا فیضان! اتنا اچھا کہ اس دنیا کا لگتا ہی نہیں تھا اور اپنے سے برتر چیز کے پیچھے بھاگنا' انسانی فطرت ہے لہٰذا میں بھی اس کے پیچھے بھاگنے لگی...... اتنا کہ پاؤں شل ہوگئے' مگر میں تھکی نہیں...... اس نے مجھے ہر طرح سے روکنے کی کوشش کی...... پہلے پہل وہ مجھے صرف نظر انداز کرتا رہا...... پھر ایک دن اس نے مجھے صاف لفظوں میں کہہ دیا...... "ایمن طارق! میرے پیچھے مت بھاگو...... میں تمہارا نہیں ہوسکتا...... کیونکہ میں کسی اور کا ہوں......" اس دن مجھے لگا جیسے! کسی نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا ہو...... میرا مان' میرا غرور' میرا وقار...... سب کچھ...... وہ میرا ماتحت تھا' اگلے دن اس نے استعفیٰ دے دیا۔ اس نے کہا ایمن طارق! اگر میں تمہارے سامنے رہا تو تمہیں ہر لمحہ تکلیف کا احساس ہوگا جو مجھے گوارہ نہیں...... اور وہ چلا گیا۔ کیا کبھی آپ نے ایسی تکلیف کو محسوس کیا ہے فیضان! جب ہمیں پتا چلے کہ وہ جو ہمارا سب کچھ ہے...... ہم اس کے لیے کچھ بھی نہیں...... خدا نہ کرے کہ کبھی آپ اس درد سے آشنا ہوں۔" اس نے جھرجھری لے کر پناہ مانگی۔

وہ دم سادھے اس کو یک ٹک دیکھ رہا تھا۔
"میں نے ہار نہیں مانی...... میں اس کے اپارٹمنٹ چلی گئی' وہاں بڑی پیاری لڑکی سے ملی' وہ آیا تو اس نے بتایا کہ وہ عانیہ ہے اس کی بیوی۔" اس نے کہا۔ "ایمن! تم اس دنیا کی سب سے پیاری لڑکی ہو اور یقین رکھو۔ کہیں نہ کہیں اس دنیا میں کوئی بہت اچھا انسان صرف تمہارے لیے ہوگا اور پتا ہے جو ہمارے لیے ہوتے ہیں وہ ہم سے آن ملتے ہیں' خواہ ہم کہیں بھی ہوں۔ جاؤ ایمن' چلی جاؤ۔" اس کے لہجے میں کتنی ہمدردی تھی میرے لیے' کتنا فکر مند تھا وہ' مجھے ایک عرصہ لگا......" وہ کہتے کہتے رُکی۔

"اسے بھلانے میں......؟" وہ تیزی سے بولا۔
"نہیں...... اس کی بات سمجھنے میں...... یہی کہ جو ہمارے لیے ہوتے ہیں وہ ہم سے ضرور مل جاتے ہیں۔"

"تو پھر...... کوئی ملا......؟" وہ بے تابی سے بولا۔
"نہیں...... اگر کوئی ملتا تو پاپا کی پسند سے شادی کی ہامی کیوں بھرتی؟" وہ دھیمے سے ہنسی۔
"تمہیں وہ یاد نہیں آتا؟" اس نے پوچھا۔
"نہیں...... مجھے اس سے محبت نہیں تھی فیضان! میں صرف اس سے متاثر تھی۔ اس کی بے پناہ خوبیوں سے...... محبت تو بڑی خوب صورت ہوتی ہے۔"

"کیسی ہوتی ہے محبت؟" فیضان نے اس کے چہرے پر نگاہ جمائی۔
"بہت پیاری...... بہت خاص...... وہ جس میں ہم ایک دوسرے کو تمام تر خوبیوں اور خامیوں سمیت چاہتے ہیں۔" ایمن کی آنکھیں جھلملا گئیں۔
فیضان خاموشی سے اس کی سمت دیکھتا رہا پھر باقی سفر بڑی پُراسرار خاموشی میں کٹا تھا یا شاید اس کے پاس سوال ختم ہوگئے تھے۔ وہ بھی ایمن کی طرح ونڈ شیلڈ سے پار بیرونی نظاروں میں گم ہوگیا۔
لیو ٹالسٹائی کی آبائی ریاست "یاسنایا پولیانا" میں وہ دیر تک گھومتے رہے' انہوں نے ٹالسٹائی کا گھر دیکھا اور وہ سب کمرے بھی جہاں بیٹھ کر اس نے بہت کچھ لکھا تھا۔ برچ کے سفید تنوں سے بھرے ہوئے سرسبز اور خوب صورت راستے سے گزرتے ہوئے وہ ٹالسٹائی کی قبر پر جا رہے تھے۔
"محبت واقعی بہت خوب صورت احساس ہے ایمن۔" فیضان نے برچ اور شاہ بلوط کے اُلجھے ہوئے تنوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے برچ کے درخت سے ٹیک لگائی۔
"کیا کبھی آپ نے محبت کی ہے؟" ایمن نے سر اُٹھا کر وسیع و عریض آسمان کو دیکھا۔
"ہاں بہت بار...... مگر یہ جو تم بتاتی ہو نا خوبیوں اور خامیوں سمیت ہوجانے والی محبت...... یہ کبھی نہیں کی۔" وہ مسکرایا۔
"شادی ہوگئی آپ کی؟" ایمن کا لہجہ بہت عجیب تھا۔
"نہیں......"
"کچھ نہیں بولی۔ وہ پھر سے چلنے لگے۔
ٹالسٹائی کی کچی قبر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ ہولے ہولے کچھ سوچتی رہی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔
واپسی کا سارا رستہ بہت خاموشی میں کٹا تھا۔ وہ بے حد تھکی ہوئی تھی' اپنے کمرے میں آتے ہی وہ دن رات کی تفریق کی بحث میں پڑے بغیر بیڈ پر گر گئی۔
اگلا دن بہت چمک دار اور روشن تھا۔ آج اس کا پوشکن میوزیم اور سینٹ پیٹرز برگ گھومنے کا پروگرام تھا۔
فیضان اس کے ساتھ تھا۔ پوشکن میوزیم میں ڈیوڈ کے مجسمے کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔
"تمہارے گھر میں کون کون ہے ایمن؟"
وہ چونکی۔ اعتبار کا دھاگا مزید مضبوط ہو رہا تھا۔
"میرے پاپا اور میرا بھائی۔" ایمن نے اس کی سنہری آنکھوں کو غور سے دیکھا جو اس پل اور بھی جل اٹھی تھیں۔
"اور آپ کے گھر میں؟" ایمن نے پوچھا۔
"میرے بابا پاکستان میں ہوتے ہیں۔ میں نیویارک میں رہتا ہوں۔"
"بس...... اور آپ کی مدر؟"
"ان کی میرے بچپن میں ہی وفات ہوگئی تھی۔" اس کی سنہری آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔
"آپ انہیں بہت مس کرتے ہیں؟" ایمن نے ہمدردی سے کہا۔
"ہاں...... اور تمہاری مدر؟"
"وہ پاپا سے الگ ہوگئی تھیں۔" ایمن نے بے تاثر لہجے میں کہا۔
فیضان نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا۔
وہ واقعی حیرت انگیز لڑکی تھی۔
وہ اس لڑکی کے بارے میں جتنا جان رہا تھا حیران ہو رہا تھا۔
شام کو ریسٹورنٹ میں ڈنر کرتے ہوئے وہ اس سے معمول کی گفتگو کرتا رہا اس کے مشاغل' دلچسپیاں' پسند ناپسند پوچھتا رہا۔ وہ جواب دیتی رہی۔ اگلے دن بھی وہ اکٹھے گھومتے رہے۔
پوشکن اسکوائر پر اسے ایک سفید فیتوں والی براؤن جیکٹ بے حد پسند آئی' وہ اسے خریدنا چاہ رہی تھی مگر فیضان اس کی قیمت ادا کرنا چاہتا تھا جس کی وجہ سے اس نے وہ چھوڑ دی۔
"تمہیں پسند ہے ایمن تو تم خریدلو۔" وہ اس پر زور دے کر بولا۔

"مجھے اچھا نہیں لگے گا فیضان! میں اس کی قیمت خود ادا کرنا چاہوں گی۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"ایمن!" وہ کچھ بُرا مان گیا۔ "ٹھیک ہے تم خرید لو۔"

باقی کے تمام وقت وہ بہت خاموش رہا تھا۔ ایمن اس کی ناراضگی کو سمجھ رہی تھی مگر قصداً نظر انداز کرتی رہی۔

اگلے دن نومئی تھا۔ وکٹری ڈے۔ ایمن نے اپنا بیگ تیار کرلیا تھا۔ آج رات گیارہ بجے کی فلائٹ سے اس کی واپسی تھی۔ وہ تنہا ہی ٹور سکایا اسٹریٹ پر گھومتی رہی۔ تھوڑی بہت شاپنگ کی اور واپس ہوٹل آگئی۔

شام کو وہ کراسنایا پلوشت (سُرخ چوک) پر موجود تھی۔ ایک ہجوم بیکراں تھا جو اُمڈا چلا آرہا تھا کچھ دیر بعد آتش بازی شروع ہوگئی۔ کلیسائے سینٹ باسل کے پیاز نما گنبد روشنیوں میں نہا گئے تھے۔ وہ بچگانہ خوشی سے مسکرا رہی تھی جب اس کی نظر روشنیوں کے ایک دائرہ نما گروہ میں بیٹھے ہوئے فیضان پر پڑی' اس کا خون رگوں میں جم گیا۔ وہ ان کے ساتھ بڑی روانی سے باتیں کررہا تھا اور اس کے ہاتھ میں واڈکا (سفید روسی مشروب) کی بوتل تھی۔

ایمن کے دل میں اس کا بُت چھناکے سے ٹوٹا تھا۔ اسے لگا تیز رفتار رولر اسے روندتا ہوا گزر گیا ہو۔ اسے لگا تھا وہ اس پر اعتبار کرسکتی ہے' اسے لگا تھا وہ ایک اچھا انسان ہے۔ اتنے اجنبی لوگوں میں اس کے ایشیائی نقوش ایمن کو اپنائیت کا احساس دلاتے تھے اور اس کی آنکھیں...... دو سنہری جھیلیں...... جو اتنی شفاف تھیں کہ ان کے پار دیکھا جاسکے' کتنی آسانی سے اسے دھوکا دے گئیں۔

وہ یک ٹک اس کی طرف دیکھ رہی تھی' جبھی فیضان کی نگاہ اس کی طرف اٹھی وہ بے ساختہ اس کی طرف لپکا۔

"ایمن! کہاں تھیں تم؟ آؤ...... ادھر آؤ۔"

"آپ ڈرنک کرتے ہیں؟" ایمن کی آواز میں دُکھ تھا' حیرت تھی یا غصہ وہ جان نہیں سکا۔

"ہاں...... تو اس میں کیا ہے؟" وہ بڑے نارمل انداز میں بولا۔

دکھ اور اذیت کی ایک تیز لہر ایمن کو منجمد کرگئی۔ وہ چند لمحے بے حس و حرکت کھڑی رہی پھر بے ساختہ پلٹ کر بھاگتی ہوئی ہجوم میں گم ہوگئی۔

اس نے اپنی متورم آنکھیں اُٹھا کر وال کلاک کی سمت دیکھا جو دس بجا رہا تھا۔ اس نے آہستگی سے ٹانگیں بیڈ سے نیچے لٹکائیں اور اپنا سر تھام لیا۔ اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ سات بجے سے لے کر اب تک کتنی ہی بار دروازہ بجایا گیا اور کتنی بار انٹر کام کی بیل چیخی تھی مگر وہ بے حس پڑی رہی۔ جانے افسوس کس بات کا تھا اسے؟ شاید اپنے اندازوں کی غلطی کا؟ پاپا ہمیشہ اسے کہتے تھے کہ "وہ کبھی بھی انسانوں کو پہچان نہیں سکتی" مگر اتنے ملک گھومے تھے' نت نئے لوگوں سے ملی تھی اسے لگنے لگا تھا کہ وہ انسانوں کی پرکھ رکھتی ہے مگر ہوا کیا......؟

وہ یہ نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ اسے اتنا رونا کیوں آرہا تھا' چند دن' محض چند دن کی شناسائی ہی تو تھی اس شخص سے' کون سا کوئی گہرا ناتا تھا۔ کیا اس کے دل میں کوئی جذبہ پیدا ہوا تھا؟ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

اس نے آئینے میں اپنے سرخ لبوں اور متورم آنکھوں کو دیکھا اور سر جھکا کر کتنے ہی چھینٹے مارے آنکھوں پر' مگر جلتی آنکھوں کو کسی طرح قرار نہیں آیا تھا۔ اس نے بال بنائے' لباس بدلا اور سامان سمیٹ

کر نیچے چلی آئی۔

کچھ دیر بعد اس کی کیب ائر پورٹ کی طرف بڑھتی جارہی تھی۔ بورڈنگ پاس لینے کے بعد وہ ویٹنگ روم میں آبیٹھی۔ کچھ دیر بعد مسافر جہاز میں جانے لگے۔ اس نے طویل سانس لے کر اپنے پیروں کے پاس پڑا ہوا بیگ اُٹھایا اور شانوں پر ڈال لیا۔ اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے اس نے تاحد نظر پھیلے ہوئے ائر پورٹ پر نظر دوڑائی۔ جہاز ٹیکسی کررہا تھا۔ اس نے اپنی نشست پر موجود لائٹ دھیمی کی اور نیم دراز ہوگئی' اس کے ساتھ والی نشست پر کوئی آکر براجمان ہوا تو وہ چونکی' نگاہ اٹھا کر دیکھا تو گنگ رہ گئی۔ وہ اس کے سامنے تھا۔

"آپ......" ایمن کے منہ سے بے آواز نکلا۔

"کیا بات ہے ایمن! کس بات پر ناراض ہو؟ یوں بنا ملے چلے جانا...... آخر پتا تو چلے؟" وہ پریشان سا پوچھ رہا تھا' آنکھوں سے خشونت اور غصہ چھلک رہا تھا۔

ایمن کی خاموشی اسے مزید الجھن میں ڈال رہی تھی۔

"تمہیں نہیں لگتا! ایمن تم غلط کررہی ہو؟ اس طرح خاموش رہ کر تم مجھے تکلیف دے رہی ہو۔" وہ افسردگی سے بولا۔

ایمن کی آنکھیں جل اٹھیں۔

"مجھے ڈرنک کرنے والے مردوں سے نفرت ہے۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔

وہ گنگ سا اسے دیکھتا رہا۔

"ایمن! میں......" اس کے لب کچھ کہنے کی کوشش میں پھڑ پھڑائے۔

ایمن نے ہاتھ اُٹھا کر روک دیا۔

"مجھے کچھ نہیں سننا۔ آپ یہاں سے جائیں۔" اس کا لہجہ کسی بھی قسم کی مروت سے عاری تھا۔

وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر جھٹکے سے اٹھ کر اپنی نشست پر چلا گیا۔

جہاز نے تاشقند سے پاکستان تک کا سفر کیا' اس کے بعد انہیں سنگاپور ائر لائنز کے ذریعے سفر کرنا تھا' جس کا پہلا اسٹاپ اور سنگاپور اور دوسرا سان فرانسسکو تھا اور آخر میں جان ایف کینڈی ائر پورٹ نیویارک ان کی منزل تھا اور سفر کا اختتام بھی۔

باقی تمام سفر کے دوران اس نے ایمن کے پاس آنے یا اس سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی۔

جب جہاز نے جے ایف کے ائر پورٹ پر لینڈ کیا تو تھکن اس کے اعصاب کو توڑ رہی تھی' کسٹم اور امیگریشن کے معاملات سے فارغ ہوکر وہ باہر آئی اور کیب کو ہائر کیا۔ اس سے پہلے کہ وہ بیٹھتی' کسی نے ہاتھ بڑھا کر کیب کا دروازہ تھام لیا۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا' وہ ایک بار پھر سامنے تھا۔

"تمہیں نہیں لگتا ایمن ہم ایک دوسرے کے لیے ہیں؟"

ایمن نے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی۔

فیضان نے دروازے پر گرفت مضبوط کرکے اسے روکا۔

"میں ڈرنک کرنا چھوڑ دوں گا۔"

ایمن نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اگر ہم ایک دوسرے کے لیے ہیں تو کہیں نہ کہیں ضرور مل جائیں گے' نیویارک اتنا بھی بڑا شہر نہیں ہے۔" ایمن نے کہہ کر دروازہ بند کردیا۔

فیضان کے لبوں پر ایک خوب صورت مسکراہٹ آگئی۔

اس نے معمول کے مطابق ناشتے کی میز سجائی۔ کچھ دیر بعد سونڈ بونڈ پاپا کے ساتھ سعد بھی آگیا۔

"گڈ مارننگ ایمن۔" سعد نے مسکرا کر وش کیا۔
"گڈ مارننگ سعد۔" وہ بھی مسکرائی۔
پاپا خاموشی سے ناشتے میں مصروف تھے ساتھ ساتھ "نیویارک ٹائمز" کا مطالعہ بھی جاری تھا۔
"شام کو کیا کر رہی ہو ایمن؟" سعد نے کافی کے سپ لیتے ہوئے پوچھا۔
"کچھ نہیں' کیوں؟" ایمن نے چائے پاپا کے سامنے رکھی۔
"راک فیلر سنٹر میں اگزیبیشن ہے چلیں؟"
"ہوں...... دیکھوں گی۔" وہ حسب عادت شانے جھٹک کر بولی۔
"دیکھنا نہیں' چلنا ہے۔ شام کو تیار رہنا۔" سعد نے محبت سے بہن کو دیکھا۔
"اچھا ٹھیک ہے۔" وہ مسکرائی۔
سعد ناشتا کر کے اٹھ گیا' وہ جاب کرتا تھا اس لیے وہ ان دونوں سے پہلے چلا جاتا تھا۔ اس کے جانے کے بعد پاپا ایمن کی طرف متوجہ ہوئے۔
"ایمن! بیٹے کیا سوچا ہے آپ نے؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہے تھے۔
ایمن خاموشی سے سر جھکا کر لب کچلنے لگی۔
"ایمن!" وہ بے بسی سے بولے۔ "بیٹا اتنا امتحان مت لو۔ میں نے ہمیشہ تمہاری بات مانی ہے ایمن! تمہیں سیاحت پسند ہے۔ میں نے کبھی نہیں روکا۔ تقریباً ساری دنیا کے مشہور شہر دیکھ چکی ہو۔ تم نے ماسکو جانے کی ضد کی' میں نے مان لی۔ تم نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا ماسکو جانے سے پہلے یاد ہے؟" ان کے لہجے میں دکھ تھا۔
"مجھے یاد ہے پاپا۔" ایمن نے کہا۔
"تو پھر...... کیا سوچا ہے؟"
"چند دن اور......؟" وہ ہچکچا گئی۔
"ٹھیک ہے لیکن اس کے بعد تمہیں بہر صورت میری بات ماننی ہوگی۔" وہ قطعیت سے بولے۔
"جی پاپا۔" وہ آنسو پی گئی۔
"آج آفس مت جاؤ۔ آرام کرو اور اچھی طرح سوچو۔" وہ نرمی سے تاکید کر کے اٹھ گئے۔
ان کے جانے کے بعد وہ ٹیبل پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔
"کس دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے تم نے مجھے فیضان! کسی ایک طرف کا تو رہنے دیا ہوتا۔"
اسے روس سے واپس آئے ایک ماہ ہونے کو تھا اور اجنبی ہم سفر کے نشانِ پا ہنوز دور تھے۔ ہر شب اس کے اندر ایک جوت جاگتی۔
"ہم ایک دوسرے کے لیے ہیں۔"
اور اس کا دل تھم جاتا۔
وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوتی تو ایک بازگشت اسے رُلا دیتی اور اعتبار کی ڈوری کمزور ہونے لگتی۔
"تم بہت کم عمر لگتی ہو۔ تم حیرت انگیز لڑکی ہو۔"
وہ تڑپ اٹھتی زندگی بیتی جاتی تھی اور مشکل کا کوئی حل نظر نہیں آتا تھا۔ اسے اپنا انتظار لاحاصل لگنے لگا۔

ہم گرفتارِ رنگ
ہم اسیرِ صبا
تتلیوں کی طرح
ہم بھی زنجیرِ خوش بُو سے باندھے گئے
ہم کہ قیدی ہوئے
ان کہی بات کے

ایمن نے آہستگی سے وارڈ روب کا پٹ کھولا اور نچلے خانے سے ایک تصویر نکال لی۔
جھیل بیکال (جسے سائبیریا کی نیلی آنکھ بھی کہا جاتا ہے) کے کنارے کھینچی گئی فیضان کی تصویر' جس میں وہ براؤن لیدر جیکٹ اور سیاہ جینز میں ملبوس تھا' اس کی سنہری آنکھیں دمک رہی تھیں۔ وہ دیر تک اس کو دیکھتی رہی۔

وہ خاموشی سے ونڈ شیلڈ کے پار دیکھتی رہی۔
"میں تمہاری خاموشی کو کیا سمجھوں؟"
"کچھ بھی نہیں۔" وہ طویل سانس لے کر بولی۔
"کیا مطلب؟" وہ حیران ہوا۔
"بس کہا نا' چھوڑو اس بات کو۔ کوئی اور بات کرو۔" اس کا لہجہ قطعی تھا۔
سعد نے خاموش ہو کر ساری توجہ ڈرائیونگ کی طرف لگا دی۔ کچھ دیر بعد وہ راک فیلر سنٹر پر موجود تھے۔
"پہلے کچھ کھا پی لیتے ہیں۔" وہ گاڑی پارک کر کے اسے اوپن ائر ریسٹورنٹ میں لے آیا۔
"تم بیٹھو۔ میں کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔" چونکہ سیلف سروس تھی اس لیے وہ خود چلا گیا۔
وہ خاموشی سے ایک ٹیبل پر ٹک گئی۔ اِدھر اُدھر کے ماحول پر نظر دوڑاتے ہوئے اس کا ذہن لایعنی سوچوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔
ایک درد تھا جو دل میں پھیلا ہوا تھا۔
ایک اذیت تھی جو رگِ جاں کو کاٹتی تھی۔
ایک انتظار تھا جو لاحاصل ثابت ہو رہا تھا۔
یک لخت اس کے ٹیبل پر دھرے ہاتھ پر ایک ہاتھ آن ٹھہرا۔ اس نے چونک کر نگاہ اُٹھائی اور ساکت رہ گئی۔ وہ اس کے سامنے تھا۔
ہاں' وہ فیضان ہی تھا۔
چمک دار سنہری جھیلوں کی مانند شفاف آنکھیں لیے...... وہ اس کے روبرو تھا۔
وہ گنگ سی اسے دیکھتی رہی۔
"جو ہمارے لیے ہوتے ہیں ایمن وہ ہم سے آن ملتے ہیں' یہی کہا تھا نا تم نے؟" وہ مسکرایا اور اس پل اس کی آنکھیں کیسے جل اٹھی تھیں' بالکل قمقموں کی مانند۔
"آپ...... کہاں تھے فیضان؟" دو موتی اس کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔
"ری ہیبلی ٹیشن سنٹر میں۔" وہ پھر مسکرایا۔
وہ یک ٹک اسے دیکھتی رہی' اس کی آنکھوں کے نیچے حلقے کسی قدر گہرے تھے اور وہ کمزور بھی لگ رہا تھا۔
"تمہارے قابل بھی تو بننا تھا ایمن۔"
"تھینکس...... تھینکس فیضان۔" وہ پورے دل سے مسکرائی۔
اسی وقت سعد ہاتھوں میں ٹرے اٹھائے ہوئے وہاں آ گیا۔ ایمن نے جھینپ کر ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کرایا۔
"سعد...... یہ...... یہ فیضان ہیں۔" وہ خوشی سے بولی۔
فیضان نے پُر خلوص انداز میں اس سے مصافحہ کیا۔
سعد نے ایمن کے چہرے پر جھلملاتے رنگوں کو دیکھا اور ایک پل میں ساری حقیقت جان گیا۔
"کیسے ہو سعد؟" فیضان نے اپنائیت سے پوچھا۔
"ابھی تک تو ٹھیک ہوں لیکن اگر صبح آپ پاپا سے ملنے نہیں آئے تو تب شاید ٹھیک نہ رہوں۔" وہ شرارت سے بولا۔
تینوں کا قہقہہ بے اختیار تھا۔